ریاست کا حق تکفیر، اسلامی جمہوریہ پاکستان کے تناظر میں

State's right of takfīr (excommunicating or declaring a Muslim an apostate): In the Perspective of Islamic Republic of Pakistan

ڈاکٹر عمیر محمود صدیقی

اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ علوم اسلامیہ، جامعہ کراچی

Abstract:

This article aims to focus two different views about edicts on takfeer in Islamic Republic of Pakistan. Some of the modernist thinkers hold the opinion that no one is allowed to issue ruling on takfir after the demise of prophet of Muhammad ﷺ, but on the other hand another group of people think the state have all authority to pass the judgement of kufr upon someone. This research presents critical analysis of both opinion keeping in view the religious freedom as a substantive right given by UDHR. Takfir is a very sensitive and serious issue in Islamic Law which can not be comprehended except with the help of scholars who have deep and intimate knowlegde of Islamic jurisprudence. Therefore the role of Ulema can not be underestimated in this regard. This article will help the law makers to understand in the light of Quran o Sunnah to know the balanced approach between Takifr-e- Muslim and Takfir-e-Kafir.

مابعد استعمار میں مسئلہ تکفیر نہ صرف پاکستان بلکہ پوری اسلامی دنیا میں ایک بنیادی نظریاتی مسئلہ کے طور پر سامنے آیا ہے۔ تکفیر میں غیر معتدل رویوں کے باعث تقریبا تمام ہی اسلامی ممالک مشکلات سے دوچار ہیں۔ تکفیر مسلم کا جواز اور تکفیر کافر کی حرمت دونوں ہی غیر معتدل رویے ہیں جس کے سبب سے نوجوان ذہنی تشویش میں مبتلا ہیں۔ اس اہم مسئلہ میں بے اعتدالی سے بچنے کے

لیے اس کو نظریاتی بنیادوں پر اصولاً سمجھنا ضروری ہے۔ پاکستان ایک اسلامی ملک ہے جس کے آئین میں لکھا ہوا کہ ریاست کا مذہب اسلام ہے۔آئین پاکستان میں ہے:

1. The Republic and its territories

(1) Pakistan shall be a Federal Republic to be known as the Islamic Republic of Pakistan, hereinafter referred to as Pakistan....

2. Islam to be State religion

Islam shall be the State religion of Pakistan.

[3]2A. The Objective Resolution to form part of substantive provisions. The principles and provisions set out in the Objectives Resolution reproduced in the Annex are hereby made substantive part of the Constitution and shall have effect accordingly.(۱)

"۱۔جمہوریہ اور اس کے علاقے:

۱۔ پاکستان ایک وفاقی جمہوریہ ہوگا جسے اسلامی جمہوریہ پاکستان کے نام سے پکارا جائے گا اور اب اس آئین میں اس کا ذکر پاکستان کے نام سے کیا جائے گا۔

۲۔اسلام، سرکاری مذہب

اسلام پاکستان کا سرکاری مذہب ہوگا۔

(الف)قرارداد مقاصد میں دیئے گئے اصولوں اور شقوں کو دستور کا مؤثر حصہ بنا دیا گیا ہے اور یہ اسی طرح لاگو ہوں گے۔"(۲)

پاکستان میں کوئی قانون قرآن وسنت کے خلاف بنانا خلاف آئین بھی ہے:

Whereas sovereignty over the entire universe belongs to Allah Almighty alone and the authority which He has delegated to the State of Pakistan, through its people for being exercised within the limits prescribed by Him is a sacred trust; ....

Wherein the principles of democracy, freedom, equality, tolerance and social justice as enunciated by Islam shall be fully observed;

Wherein the Muslims shall be enabled to order their lives in the individual and collective spheres in accordance with the teachings and requirements of Islam as set out in the Holy Quran and the Sunnah;(۳)

چونکہ اللہ تبارک وتعالٰی ہی کل کائنات کا بلاشرکت غیرے حاکم مطلق ہے اور پاکستان کے جمہور کو جو اختیار واقتدار اس کی مقرر کردہ حدود کے اندر استعمال کرنے کا حق ہو گا وہ ایک مقدس امانت ہے۔۔۔

جس کی رو سے جمہوریت، حریت، مساوات، رواداری اور عدل عمرانی کے اصولوں کو جس طرح اسلام نے ان کی تشریح کی ہے پورے طور پر ملحوظ رکھا جائے گا۔

جس کی رو سے مسلمانوں کو اس قابل بنایا جائے گا کہ وہ انفرادی اور اجتماعی طور پر اپنی زندگی کو اسلامی تعلیمات ومقتضیات کے مطابق، جس طرح قرآن پاک وسنت میں ان کا تعین کیا گیا ہے، ترتیب دے سکیں۔"(۴)

عقیدہ ختم نبوت کے منکرین کو ریاستی سطح پر غیر مسلم قرار دیئے جانے کے بعد بعض حلقوں کی طرف سے یہ سوال اٹھانے کی کوشش کی گئی ہے کہ کیا ریاست کو کسی فرد یا گروہ کی تکفیر کا حق حاصل ہے؟ یاد رہے اس سوال کی بنیاد دور جدید میں یورپ میں کلیسا اور ریاست کی علیحدگی کے بعد یہ مسئلہ ہے کہ مذہب شخصی معاملہ ہے اور ریاست سیکولر و لامذہب ہو گی۔ اس حوالہ سے تین آراء قابل توجہ ہیں:

ا۔ اسلام اور کفر کی بنیاد پر ریاستی تقسیم کسی طور پر درست نہیں کیونکہ کسی مذہب کو اختیار کرنا یا الحاد پسندی 'انسان' کا حق ہے کیونکہ وہ آزاد ہے اور اس کے حق کے استعمال میں تمام 'انسان' مساوی ہیں۔

۲۔ یہ حق صرف ریاست کا ہے کہ کسی کو کافر قرار دے یا مسلم۔

۳۔ یہ حق صرف اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا ہے کہ کسی فرد کے خارج از اسلام ہونے کا فیصلہ کریں اور اس کا تعلق قانون اتمام حجت کے ساتھ ہے۔ ان کے بعد یہ حق کسی غیر نبی کو حاصل نہیں کہ وہ کسی کو کافر قرار دے۔

پہلی رائے سیکولرمت پر ایمان لانے والوں کی ہے جن کے نزدیک انسان آزاد ہے اور خیر و شر کا تعین وہ اپنی خواہشات، عقل اور حواس کی بنیاد پر کرتا ہے۔ اس آزادی کے اختیار کو استعمال کرنے میں تمام انسان برابر ہیں لہذا نمازی اور شرابی برابر ہیں کیونکہ دونوں اپنا حق آزادی مساوی طور پر استعمال کر رہے ہیں۔ اسی گروہ کے نزدیک مذہب ایک ذاتی مسئلہ ہے اور ریاست کا لا مذہب ہونا ہی تمام مہذب معاشروں میں انسانوں کے حق آزادی کے استعمال کی ضمانت ہے۔ اس لیے ریاست کا یہ حق نہیں ہے کہ وہ فرد کے کسی بھی مذہب کو اختیار کرنے یا ترک کر دینے کے معاملہ میں کوئی ریاستی فیصلہ جاری کرے۔ یہ طبقہ اصلاً کفر و اسلام کے فرق کو تسلیم ہی نہیں کرتا اور وہ یہ حق اللہ رب العزت اور محمد رسول اللہ ﷺ کے لیے بھی تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں کیونکہ نبی کریم ﷺ کا اپنی ظاہری حیات طیبہ میں 'قل یا ایھا الکافرون' کہنا اور اس کے تقاضوں کو پورا کرنا بھی ان کے تصور آزادی کے خلاف ہے۔ عالمی انسانی حقوق کے منشور کی دفعہ ۱۸ میں مذکور ہے:

Everyone has the right to freedom of thought, conscience and religion; this right includes freedom to change his religion or belief, and freedom, either alone or in community with others and in public or private, to manifest his religion or belief in teaching, practice, worship and observance. (۵)

"ہر انسان کو آزادی فکر، آزادی ضمیر اور آزادی مذہب کا پورا حق ہے۔ اس حق میں مذہب یا عقیدے کو تبدیل کرنے اور پبلک میں یا نجی طور پر، تنہا یا دوسروں کے ساتھ مل جل کر عقیدے کی تبلیغ، عمل، عبادت اور مذہبی رسمیں پوری کرنے کی آزادی بھی شامل ہے (۶)"۔

یہی آزادی کا تصور 'غیر مخلوق انسان' کو جو حادثاتی طور پر ارتقاء کے نتیجہ میں عبث وجود میں آگیا توہین سالت کی اجازت دیتا ہے۔اسی بات کی وضاحت امریکی صدر اوبامہ نے امریکی شہری ٹیری جانز کی توہین رسالت پر مبنی فلم 'انوسنس آف مسلمز' کے رد عمل کے جواب میں اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں ان الفاظ میں کی:

We understand why people take offense to this video because millions of our citizens are among them. I know there are some who ask why don't we just ban such a video. The answer is enshrined in our laws. Our Constitution protects the right to practice free speech... (APPLAUSE)(۷)

"ہم یہ سمجھتے ہیں کہ لوگ اس ویڈیو کی وجہ سے رنجیدہ ہیں کیونکہ ہمارے لاکھوں شہری انہیں میں سے ہیں (یعنی مسلمان ہیں) ۔میں جانتا ہوں کہ بعض ایسے لوگ بھی ہیں جو پوچھتے ہیں کہ ہم اس طرح کی ویڈیو پر پابندی کیوں نہیں لگاتے ؟اس کا جواب ہمارے قوانین میں محفوظ ہے۔ہمارا آئین آزادی تقریر کے حق کو استعمال کرنے کی حفاظت کرتا ہے۔۔۔"(تالیاں)

اسی آزادی کا اعلان عمانویل کانٹ نے اپنے مضمون 'What is Enlightenment?' میں ان الفاظ میں کیا ہے:

Enlightenment is man's emergence from his self-imposed nonage. Nonage is the inability to use one's own understanding without another's guidance. This nonage is self-imposed if its cause lies not in lack of understanding but in indecision and lack of courage to use one's own mind without another's guidance. Dare to know! (Sapere aude.) "Have the courage to use your own understanding," is therefore the motto of the enlightenment. (۸)

"روشن خیالی سے مراد انسان کا خود پر عائد کردہ ذہنی ناپختگی سے نجات حاصل کرنا ہے۔یہ ذہنہ ناپختگی اپنی عقل و فہم کو استعمال نہ کر سکنے کی کیفیت ہے مگر اس کی وجہ انسانی عقل و فہم کا عدم وجود نہیں بلکہ انسان کے اندر اس کی جرأت اور پختہ ارادہ کی کمی ہے جو اسے کسی اور کی رہنمائی کے بغیر اپنی عقل استعمال کرنے کے قابل بنا سکے۔اپنی عقل و فہم کو استعمال کرنے کی جرأت کرو!۔یہی روشن خیال کا مقصد ہے۔"

یہ بات مسلمانوں کو سمجھ لینی چاہیے کہ بین الاقوامی قانون کے مطابق اب یہ حق صرف کسی ریاست ہی کو نہیں بلکہ اللہ ورسول ﷺ کو بھی نعوذ باللہ نہیں ہو سکتا کہ وہ کسی فرد کی مذہبی آزادی پر قدغن لگا سکیں۔ بعض اہل علم کی رائے یہ ہے کہ فتویٰ تکفیر ریاست کی طرف سے ہی جاری ہونا چاہیے تاکہ معاشرے میں موجود نااہل افراد غیر معتدل رویوں کی وجہ سے انارکی اور فساد پھیلانے کا سبب نہ بن سکیں۔ اس عمل میں سب سے بڑی رکاوٹ علماء کا حکومتوں پر عدم اعتماد ہے۔ غیر اسلامی پالیسیوں کی وجہ سے حکومتیں علماء کا اعتماد کھو بیٹھتی ہیں جس کے نتیجے میں اہل علم مذہبی امور کو حکومتی بیانیے میں قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔ البتہ اگر علما اور حکومتوں کے مابین اعتماد کی فضا قائم ہو جائے اور عدالتی نظام درست طور پر کام کرنے لگے تو یقینی طور پر ریاستی سطح پر اہل علم کا ایک ایسا بورڈ تشکیل دیا جائے جانا چاہیے جو فتویٰ تکفیر جاری کرنے کا اختیار رکھتا ہو۔ انتظامی طور پر اس قسم کی پابندی لگانا ضروری ہے کیونکہ بے تحاشہ فتاویٰ تکفیر کی وجہ سے معاشرہ انتہائی ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو گیا ہے۔ اس کی واضح مثال حضرت سیدنا امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں دیکھی جا سکتی ہے کہ جہاں صرف حضرت علی، حضرت عثمان، حضرت معاذ بن جبل، حضرت عبدالرحمن بن عوف، ابی بن کعب، زید بن ثابت رضی اللہ عنہم وغیرھم کے علاوہ کسی کو فتویٰ دینے کی اجازت نہیں تھی۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کے حوالے سے مولانا شبلی نعمانی لکھتے ہیں:

سابق وعظ وفتویٰ موقوف بود بر رائے خلیفہ، بدون امر خلیفہ وعظ نمی گفتند وفتویٰ نمی دادند وآخر بغیر توقف بر رائے خلیفہ وعظ می گفتند وفتویٰ می دادند۔(۹)

اس طرح کا نظام کسی ایسی اسلامی حکومت کے تحت ہی تشکیل دیا جا سکتا ہے جہاں اہل حکومت اہل علم، اصحاب تقویٰ وورع اور متبعین سنت ہوں۔ جن کے ہر فیصلے میں پیش نظر ہر لمحہ آخرت کی کامیابی ہو۔ اسی لیے واقعہ کربلا کے بعد مسلمان علماء کے عمل سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جب تک علماء اور حکومتوں کے درمیان اعتماد مضبوط نہیں ہو جاتا اس کی دیرپا مستقل عملی صورت ناممکن ہے۔ حقوق انسانی کے عالمی منشور کے مطابق اس معاہدے میں شریک تمام ہی ریاستوں پر فرض ہے کہ وہ اس منشور کے تحفظ، فروغ اور نفاذ کے لیے اپنی خدمات پیش کریں اور منشور میں درج آزادیوں اور حقوق کی کوئی ایسی تشریح قابل قبول نہیں ہے جو اقوام متحدہ کے منشور یا بین الاقوامی معاہدات کے بنیادی اصولوں کے منافی ہو۔ منشور کی دفعہ ۲۹ میں ہے:

These rights and freedoms may in no case be exercised contrary to the purposes and principles of the United Nations. (۱۰)

"یہ حقوق اور آزادیاں کسی حالت میں بھی اقوام متحدہ کے مقاصد اور اصولوں کے خلاف عمل میں نہیں لائی جاسکتیں۔" (۱۱)

'اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کے محافظوں سے متعلق اعلامیہ' میں لکھا ہے:

Article 2

1.Each State has a prime responsibility and duty to protect, promote and implement all human rights and fundamental freedoms...

Article 4

Nothing in the present Declaration shall be construed as impairing or contradicting the purposes and principles of the Charter of the United Nations or as restricting or derogating from the provisions of the Universal Declaration of Human Rights, the International Covenants on Human Rights and other international instruments and commitments applicable in this field.(۱۲)

" دفعہ ۲:

ا۔ہر ریاست کی بنیادی ذمہ داری اور فرض ہے کہ وہ تمام انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کے تحفظ، فروغ اور نفاذ کو ممکن بنائے۔۔۔

"دفعہ ۴:

زیر نظر اعلامیے میں کسی چیز کی ایسی تشریح نہ کی جائے جو کہ اقوام متحدہ کے منشور کے مقاصد اور اصولوں کی نفی کرتی ہو یا انہیں نقصان پہنچاتی ہو یا انسانی حقوق کے عالمی اعلامیے، بین الاقوامی انسانی حقوق کے دونوں میثاق اور اس ضمن میں دیگر بین الاقوامی معاہدات اور ذمہ داریوں کی تردید کرتی ہو یا انہیں محدود کرتی ہو۔"(۱۳)

یہ منشور انسانوں کو مذہبی آزادی عطا کرنے کا دعویدار ہے۔اس پر دستخط کرنے والی تمام اسلامی ریاستیں بھی اس بات کی پابند ہیں کہ مذہبی آزادی کے تحفظ فروغ اور نفاذ کے لیے اپنی خدمات سرانجام دیں جس کے نتیجے میں پاکستان دو متضاد چیزوں کے مابین کھڑا ہے

۔ایک طرف اقوام متحدہ کے وہ اصول و قوانین ہیں جو انسان کو مرکز کائنات قرار دیتے ہوئے اس کی انفرادی اور اجتماعی آزادی کی بنیاد پر غیر اسلامی شقوں کے نفاذ کا مطالبہ کرتے ہیں جبکہ دوسری طرف آئین پاکستان میں یہ لکھا ہے کہ پاکستان کا ریاستی مذہب اسلام ہے اور یہاں قرآن و سنت کے منافی قانون سازی نہیں کی جاسکتی۔ حقوق انسانی کے عالمی منشور کے مطابق تمام تر حقوق اور آزادیاں صرف انہیں حدود کی پابند ہیں جو اقوام متحدہ اور بین الاقوامی معاہدات کی بنیاد پر عائد کی جائیں اور اس منشور کی کوئی ایسی تشریح یا تعبیر کرنے کی آزادی نہیں ہے جو اقوام متحدہ کے بنیادی مقاصد اور اصولوں کے منافی ہو۔ جبکہ اسلامی ریاست میں یہ حق صرف قرآن و سنت کے لیے ہی تسلیم کیا جاسکتا ہے کہ ہم ہر حق اور آزادی کے قرآن و سنت کے اصولوں کی روشنی میں ہی خیر یا شر ہونے کا تعین کرتے ہیں۔آئین پاکستان کا ابتدائیہ ،دفعہ ۲، دفعہ ۳۱ اور دفعہ ۲۲۷ اسی بات کی وضاحت کرتے ہیں کہ اسلام ریاست کا ریاستی مذہب ہے اور کوئی قانون جو قرآن و سنت سے متصادم ہو نافذ نہیں کیا جائے۔ USCIRF کی سالانہ رپورٹس میں ہر سال پاکستان سے انہی مذہبی آزادیوں کے نفاذ کا مطالبہ کیا جاتا ہے جس کی بنیاد پر کسی بھی فرد کو اسلام ترک کرنے اور اپنی مرضی سے آزاد زندگی بسر کرنے کی اجازت بھی ہونی چاہیے۔ پس حقوق انسانی کے عالمی منشور پر دستخط کرنے کے بعد یہ سوال ضرور پیدا ہوتا ہے کہ کیا ریاست کو کسی فرد کے مذہب کو قبول یا ترک کرنے کے حوالے سے حق و آزادی ہے؟ یہ ہر فرد کا ذاتی مسئلہ ہے کہ وہ اپنے لیے خیر و شر کا تعین اس طور پر خود کرے کہ حق و باطل، اسلام و کفر کی تفریق ختم ہو جائے۔اس لیے تکفیر کافر کو ناجائز قرار دیتے ہوئے مسلم کے مقابلے میں غیر مسلم کی اصطلاح استعمال کرنے کی کوشش کی جاتی ہے اور مسلم و کافر کی قرآنی تقسیم جو دو بنیادی نظریاتی گروہوں میں انسانوں کو تقسیم کر دیتی ہے یکسر نظر انداز کرنے اور فنا کرنے کی سعی کی جارہی ہے۔

غاصب اسرائیل کو یہ طے کرنے کا حق ہے کہ یہودی کون ہے

قابل توجہ بات یہ ہے کہ اسرائیل میں کسی فرد کے یہودی ہونے یا نہ ہونے کا سوال ریاستی سطح پر انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔اس وقت مقبوضہ فلسطین پر اشک نازی یہودی بھی قابض ہیں۔اسرائیل میں غیر یہودی (Gentiles) کے لیے وہ حقوق کسی طور پر بھی نہیں ہو سکتے جو ایک یہودی کے ہیں۔یہودیوں کے مابین یہ بات محل نزع ہے کہ یہودی کون ہوتا ہے؟۔اس وقت یہودی تحریکات میں Orthodox, Conservative, Reform, Reconstructionist معروف ہیں جن میں اسرائیل میں غالب آرتھوڈوکس ہیں جو اپنے سوا اسرائیل میں دوسرے گروہ کی کنورژن کو تسلیم نہیں کرتے۔دنیا میں یہودیوں کی تعداد تقریباً ۱۳ء۵۷ ملین ہے اور وہ ہر قومیت، زبان اور شکل میں پائے جاتے ہیں۔دنیا میں سیاہ، چائینیز، بھارتی، امریکی و دیگر یہودی موجود ہیں۔اس کا سبب یہ ہے

کہ یہودی قانون کے مطابق جو بچہ یہودی عورت کے پیٹ سے پیدا ہوا ہو نسلی اعتبار سے اسے یہودی کہا جاتا ہے۔ ۱۹۵۰ء میں اسرائیل میں Law of Return نافذ کیا گیا جس کی رو سے ہر یہودی کا حق ہے کہ وہ اسرائیل کی شہریت حاصل کر سکتا ہے۔ اسرائیل میں شہریت کے علاوہ شادی، طلاق، اور سرکاری سطح پر مالی تعاون کا اس سوال سے بہت گہرا تعلق ہے کہ یہودی کی تعریف کیا ہے۔(۱۴)

اہل پاکستان کو چاہیے کہ غاصب اسرائیل غاصب کی تاریخ اور ریاستی نظریات کا مطالعہ ضرور کریں تاکہ اقوام متحدہ کا دوہرا معیار واضح ہو سکے کہ اسرائیل میں مذہبی بنیادوں پر انسانوں کی تقسیم تو قابل قبول ہے جبکہ دو قومی نظریہ یعنی مسلم و کافر کی تقسیم قبول نہیں۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ دنیا میں سرمایہ دار اور مزدور، سیاہ فام اور گورے کی بنیاد پر مصنوعی دو قومی نظریہ کو تو تسلیم کر لیا جاتا ہے جبکہ دوسری طرف نظریہ پاکستان اور دو قومی نظریہ کی مخالفت کی جاتی ہے۔ اس حوالے سے قائد اعظم محمد علی جناح رحمہ اللہ کے نظریات قابل توجہ ہیں۔ قائد اعظم نے بمبئی میں ۱۴ اگست ۱۹۴۲ء کو اپنے ایک خصوصی انٹرویو میں فرمایا جو آپ نے "Daily Herald" of London کو دیا:

"No. the gulf between Hindus and Muslims is too great ever to be bridged. How can you get toghether with people who will not eat under the same roof? Can you? Or let me put it this way: Hindus want to worship the cow while the Muslims want to eat it. Where can there be any compromise?"(۱۵)

"نہیں! مسلمانوں اور ہندوؤں کے درمیان خلیج اس قدر وسیع ہے کہ اسے کبھی بھی پاٹا جا سکتا ہو۔ آپ ان لوگوں کو ایک ساتھ اکٹھا کر سکتے ہیں جو ایک چھت کے نیچے کھانا کھانے کے لیے تیار نہیں؟ کیا آپ کر سکتے ہیں؟ یا مجھے یہ بات اس طرح کہنے دیں کہ ہندو گائے کی عبادت کرنا چاہتے ہیں جبکہ مسلمان اس کو کھانا چاہتے ہیں۔ پھر مصالحت کہاں ہو سکتی ہے؟"

مارچ ۱۹۴۰ء کو لاہور میں آل انڈیا مسلم لیگ کے تاریخی جلسے سے صدارتی خطاب کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:

"It is extremely difficult to appreciate why our Hindu friends fail to understand the real nature of Islam and Hinduism. They are not religions in the strict sense of the word, but are, in fact, different and distinct social orders, and it is a dream that the Hindus and Muslims can ever evolve a common nationality, and this misconception of

one Indian nation has gone far beyond the limits and is the cause of more of our troubles and will lead India to destruction if we fail to revise our notions in time. The Hindus and Muslims belong to two different religious philosophies, social customs, and literatures. They neither intermarry nor interdine together, and indeed they belong to two different civilisations which are based mainly on conflicting ideas and conceptions. Their aspects on life, and of life, are different. It is quite clear that Hindus and Mussalmans derive their inspiration from different sources of history. They have different epics, their heroes are different, and different episodes. Very often the hero of one is a foe of the other, and likewise their victories and defeats overlap. To yoke together two such nations under a single state, one as a numerical minority and the other as a majority, must lead to growing discontent, and final destruction of any fabric that may be so built up for the government of such a state."(۱۶)

"اس بات کی حوصلہ افزائی کرنا انتہائی مشکل ہے کہ ہمارے ہندو دوست اسلام اور ہندو مت کی حقیقی فطرت سمجھنے سے قاصر کیوں ہیں۔ یہ محض الفاظ کی خصوصیت کے اعتبار سے مذاہب نہیں۔ بلکہ در حقیقت مختلف اور امتیازی سماجی نظم و ضبط ہیں۔ اور یہ ایک خواب ہی ہے کہ ہندو اور مسلمان ایک یکساں قومیت کو ترقی دے سکتے ہیں۔ اور ایک ہندوستانی قوم کا غلط تصور حدود سے تجاوز کر گیا ہے اور ہماری زیادہ تر مشکلات کا سبب ہے اور یہ انڈیا کو تباہی کی طرف لے جائے گا اگر ہم اپنے نظریات پر بر وقت نظر ثانی کرنے میں ناکام رہے۔ ہند اور مسلمان دو علیحدہ مذہبی فلسفوں، معاشرتی روایات اور ادب سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ نہ ہی باہم شادیاں کرتے ہیں اور نہ ہی ساتھ کھانا کھاتے ہیں۔ اور در حقیقت یہ دو مختلف تہذیبوں سے تعلق رکھتے ہیں جس کی بنیادی طور پر اساس مختلف تصورات پر ہے۔ زندگی پر اور زندگی کے بارے میں ان کے پہلو مختلف ہیں۔ یہ قطعی طور پر واضح ہے کہ ہندو اور مسلمان تاریخ کے مختلف سر چشموں سے فیض حاصل کرتے ہیں۔ ان کی اپنی علیحدہ رزمیہ روایات ہیں، ان کے محبوب و مقبول اور سلسلہ واقعات الگ الگ ہیں۔ زیادہ تر ایسا ہی ہے کہ ایک کا محبوب دوسرے کا دشمن ہے اور اس طرح ان کی فتوحات اور شکستیں متراکب ہیں۔ یقینی طور ایسی دو اقوام کو ایک ریاست کے تحت ملا دینا ایک کو عددی اقلیت اور دوسری کو اکثریت کے طور پر، بڑھتے ہوئے اضطراب اور اس معاشرتی ڈھانچے کی مکمل تباہی کی طرف لے جائے گا جو ایسی ریاست کی حکومت کے لیے بنایا گیا ہو۔"

اپنے ایک مضمون Western Democracy un-suited for India, first published in "Time and Tide" Magazine on 19th Jan 1940 میں قائداعظم نے فرمایا:

"The British people must realise that Hinduism and Islam represent two distinct and seperate civilization and moreover, are as distinct from one another on origin, tradition and manner of life as are the nations of Europe. They are, infact two different nations." (۱۷)

"برطانوی قوم کو ضرور محسوس کرنا چاہیے کہ ہندومت اور اسلام دو علیحدہ اور امتیازی تہذیبیں ہیں۔ مزید براں کہ ایک دوسرے سے اپنی ابتدائی روایات، طریق زندگی میں ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ جیسا کہ یورپی اقوام۔ یہ در حقیقت دو علیحدہ اقوام ہیں۔"

جدت پسند طبقہ مغرب کے ساتھ تطبیق پیدا کرنے کے لیے اس حد تک کوشش کرتا ہے کہ مسلم اور کافر کی تقسیم صرف محمد رسول ﷺ کی حیات طیبہ تک ہی محدود ہے۔ اب کسی کو کافر کہنے کا حق کسی انسان کو نہیں ہو سکتا۔ تاہم وہ یہ بات نظر انداز کر دیتے ہیں کہ مغربی تہذیب میں یہ حق کسی مفتی یا عالم ہی نہیں بلکہ کسی نبی کو بھی نعوذ باللہ نہیں ہے کہ وہ کسی دین کی بنیاد پر انسانوں کو تقسیم کرے جبکہ علماء اسلام صرف کسی کا کافر ہونا واضح کرتے ہیں۔ کسی کا مسلم یا کافر ہونا اسلامی عقائد کے اقرار یا انکار پر منحصر ہے۔ پاکستان میں ۹۷ فی صد مسلمان بستے ہیں۔ مسلمان مسجد اور ریاست، قرآن اور ریاست اور محمد رسول اللہ ﷺ اور ریاست میں علیحدگی نہیں کر سکتے۔ مسلمانوں کی زندگی میں مسلم اور کافر کا فرق ملحوظ رہتا ہے یہاں تک کہ نماز کو بھی مسلم اور کافر کے درمیان مفرق قرار دیا گیا ہے۔ نماز، روزہ، زکوۃ اور حج سے لے کر ریاست کے سربراہ کے انتخاب تک، نکاح، طلاق، قربانی، ذبیحہ، شہادت اور حرمین میں حاضری سے لے کر تدفین تک بے شمار مسائل زندگی ایسے ہیں جن میں براہ راست مسلم اور کافر کے فرق کو ملحوظ رکھے بغیر چارہ نہیں ہے۔ 'و شاورھم فی الامر' اور 'امرھم شوریٰ بینھم' میں 'ھم' سے مراد مسلمان ہیں یقیناً کافر مراد نہیں ہیں۔ جب مسلمانوں کے درمیان اس طرح کے مسائل درپیش ہوں گے تو ریاستی سطح پر مسائل کے حل کے لیے لازمی طور پر یہ طے کرنا پڑے گا کہ کون مسلم ہے اور کون کافر ہے؟۔ یہاں قبل از تقسیم مقدمہ بہاولپور کی مثال دینا فائدہ سے خالی نہ ہو گا۔ ۱۹۲۶ء میں ۲۴ جولائی کو ایک مسلم خاتون عائشہ بن مولوی الٰہی بخش نے عدالت میں یہ دعویٰ دائر کیا کہ اس کا شوہر عبدالرزاق قادیانی ہو کر مرتد ہو گیا ہے اس لیے شرعاً اس کا نکاح اس سے قائم نہیں رہا

۔لہذا اس نکاح کو منسوخ قرار دیا جائے۔اس کے جواب میں عبدالرزاق نے یہ تسلیم کیا کہ اس نے قادیانیت کو اختیار کر لیا ہے تاہم وہ مرتد نہیں ہوا کیونکہ احمدیت یا قادیانیت کوئی علیحدہ مذہب نہیں ہے بلکہ مسلمانوں کا ہی ایک فرقہ ہے۔اس مسئلہ پر طویل مدت تک بحث جاری رہی اور بالاخر ڈسٹرکٹ جج محمد اکبر، ضلع بہاول نگر ریاست بہاول پور نے ۷ فروری ۱۹۳۵ء کو مختلف مکاتب فکر کے جید علماء کے دلائل کی بنیاد پر کہ عبدالرزاق اپنے بیان کردہ قادیانی عقائد کی بنیاد پر کافر و مرتد ہو گیا ہے محترمہ عائشہ کا نکاح اس مرتد سے منسوخ قرار دیا۔جج کی طرف سے فیصلہ میں لکھا گیا:

"مدعیہ کی طرف سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ مرزا صاحب کاذب مدعی نبوت ہیں۔اس لیے مدعاعلیہ بھی مرزا صاحب کو نبی تسلیم کرنے سے مرتد قرار دیا جائے گا۔لہذا ابتدائی تنقیحات جو ۴ نومبر ۱۹۲۶ء عیسوی کو عدالت منصفی احمد پور شرقیہ سے وضع کی گئی تھیں بحق مدعیہ قرار دے جا کر یہ قرار دیا جاتا ہے کہ مدعاعلیہ قادیانی عقائد اختیار کرنے کی وجہ سے مرتد ہو چکا ہے لہذا اس کے ساتھ مدعیہ کا نکاح تاریخ ارتداد مدعاعلیہ سے فسخ ہو چکا ہے۔"(۱۸)

کیونکہ مقدمہ کا دار و مدار اس بات پر تھا کہ عبدالرزاق یہ تسلیم کر چکا تھا کہ وہ مرزا قادیانی کو نبی تسلیم کرتا ہے اور مسلمان اسے نبی نہ ماننے کی وجہ سے کافر ہیں تو کیا اسلام کے مطابق قادیانی ہونے کی وجہ سے عبدالرزاق کافر و مرتد ہو گیا ہے؟۔اگر ایسا ہی ہے تو یقیناً اس کا نکاح "لا ھن حل لھم ولا ھم یحلون لھن" کے بموجب ایک مسلمان عورت سے قائم نہیں رہ سکتا۔اس سلسلہ میں مدعیہ کی طرف سے مختلف مکاتب فکر کے چھ اکابر علماء بطور گواہان پیش ہوئے جنہوں نے تفصیلی طور پر یہ ثابت کیا کہ عقیدہ ختم نبوت ضروریات دین میں سے ہے اور عبدالرزاق اپنے قادیانی کفریہ عقائد کی وجہ سے دائرہ اسلام سے خارج ہے لہذا اس کا نکاح مسلمان عورت سے قائم نہیں رہ سکتا۔ان علماء میں مولانا غلام محمد گھوٹوی شیخ الجامعہ عباسیہ بہاول پور، مولانا محمد حسین، مفتی محمد شفیع، مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری ،مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری، مولانا نجم الدین پروفیسر اورینٹل کالج لاہور مدعیہ عائشہ کی طرف سے پیش ہوئے جبکہ مدعاعلیہ عبدالرزاق قادیانی نے اپنے دو گواہان مولوی جلال الدین شمس اور مولوی غلام احمد مجاہد کو پیش کیا جو عدالت میں قادیانی عقائد کو 'اسلام' ثابت کرنے میں ناکام رہے۔اس مقدمہ کی نظیر سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ مسلمانوں کے ہر معاملہ میں کفر و اسلام کا فرق ملحوظ رکھنا ضروری ہے اس لیے ریاست کے لیے جید علماء کی رہنمائی میں یہ طے کرنا لازمی ہے کہ کون کافر ہے اور کون مسلم ہے۔یقینی طور پر یہ خالصتاً ایک اہم ترین اسلامی عقائد کا مسئلہ ہے جس کا تعین علمائے اسلام کی رہنمائی کے بغیر ناممکن ہے۔اس لیے علماء اس مسئلہ کی شرعی حیثیت کو واضح کریں گے اور ریاست قوت نافذہ سے اس فیصلہ کو نافذ کرے گی۔

اس کے علاوہ وہ تمام احادیث جن سے توہین رسالت یا ارتداد پر قتل کی سزا ثابت ہوتی ہے ان احادیث اور تاریخ اسلامی میں اس پر قاضیوں کے فیصلوں سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ کسی کے کفر کا ثبوت ہی ارتداد کے سزا کی نفاذ کا سبب بنتا ہے۔ ستمبر ۱۹۷۴ء میں قادنیوں کو ریاستی سطح پر غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا۔ اس حوالے سے قومی اسمبلی کی ان کیمرا کاروائی کا مطالعہ از حد ضروری ہے۔ جو تقریبا (۳۱۶۷) صفحات پر مشتمل ہے۔ جس میں پیر ۵ اگست ۱۹۷۴ء سے لے کر ہفتہ ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء تک کی مکمل کاروائی کو درج کیا گیا ہے۔ صرف پاکستان میں ہی نہیں اس سے قبل اپریل ۱۹۷۴ء میں مکہ کانفرنس میں بھی قادیانیوں کے بارے میں تقریباً تمام ہی مسلم ممالک نے اتفاق کیا کہ اپنے کفریہ عقائد کی وجہ سے یہ گروہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ حال ہی میں گیمبیا کی Supreme Islamic Council نے بھی ریاستی سطح پر ان کی تکفیر کا اعلان کیا ہے۔ آئین پاکستان کے باب پنجم دفعہ ۲۶۰ میں لکھا ہے:

"مسلم سے مراد کوئی ایسا شخص ہے جو وحدت و توحید قادر مطلق اللہ تبارک و تعالیٰ، خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ کی ختم نبوت پر مکمل اور غیر مشروط طور پر ایمان رکھتا ہو اور پیغمبر یا مذہبی مصلح کے طور پر کسی ایسے شخص پر ایمان نہ رکھتا ہو یا نہ ہی اسے تسلیم کرتا ہو جس نے حضرت محمد ﷺ کے بعد اس لفظ کے کسی مفہوم میں یا کسی بھی تشریح کے لحاظ سے پیغمبر ہونے کا دعویٰ کیا ہو یا کرتا ہو اور غیر مسلم سے مراد کوئی ایسا شخص ہے جو مسلم نہ ہو اور اس میں عیسائی، ہندو، سکھ، بدھ یا پارسی فرقے سے تعلق رکھنے والا کوئی شخص، قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ (جو خود کو احمدی یا کسی نام سے موسوم کرتے ہوں) کوئی شخص یا کوئی بہائی اور جدول ذاتوں میں سے کسی سے تعلق رکھنے والا کوئی شخص شامل ہے۔" (۱۹)

بعض لوگوں کی جانب سے سوال کیا جاتا ہے کہ قادیانی جب کلمہ پڑھتے ہیں۔ نماز ادا کرتے ہیں۔ خود کو مسلم کہتے ہیں تو پھر بھی وہ کافر کیوں ہیں؟ اس کے بہت سے جواب دیئے جا سکتے ہیں۔ البتہ اس کا جواب بہت سادہ لفظوں میں اس سوال میں موجود ہے کہ جب ہم بحیثیت مسلمان کلمہ پڑھتے ہیں۔ نماز قائم کرتے ہیں۔ خود کو مسلم کہتے ہیں تو آخر ہم قادیانیوں کے نزدیک کافر کیوں ہیں؟۔ مرزا قادیانی کے علاوہ مسلمانوں کی تکفیر کرتے ہوئے اس کے بیٹے مرزا بشیر الدین محمود نے اپنی کتاب 'آئینہ صداقت' میں لکھا:

"اس لیے وحی لانے والے پر ایمان بھی ضروی ہے اور جو نہ مانے وہ کافر ہے۔ اس وجہ سے نہیں کہ وہ زید یا بکر کو نہیں مانتا بلکہ اس وجہ سے کہ اس کے نہ ماننے کے نتیجہ میں اسے خدا تعالیٰ کے کلام کا بھی انکار کرنا پڑے گا۔ میرے نزدیک سب نبیوں کا کفر اسی باعث سے ہے۔ نہ ان کی اپنی ذات کی وجہ سے۔ اور چونکہ ایسی وحی جس کا ماننا ضروری ہو۔ صرف انبیاء پر ہوتی ہے اس لیے صرف انبیاء کا انکار کفر ہے نہ اور لوگوں کا۔ چونکہ میرے نزدیک ایسی وحی جس کا ماننا تمام بنی نوع انسان پر فرض کیا گیا ہے حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) پر

ہوئی ہے اس لیے میرے نزدیک بموجب تعلیم قرآن کریم کے ان کے نہ ماننے والے کافر ہیں خواہ وہ باقی صداقتوں کو مانتے ہوں کیونکہ موجبات کفر میں سے اگر ایک موجب بھی کسی میں پایا جاوے تو وہ کافر ہوتا ہے۔"(۲۰)

یعنی روئے زمین کے تمام مسلمان کافر اس لیے ہیں کہ وہ مرزا قادیانی کو نبی تسلیم نہیں کرتے۔ کم از کم اس بات سے تو ان سادہ لوح لوگوں پر یہ بات واضح ہو جانی چاہئے کہ ختم نبوت کا انکار دین کی عمارت کو منہدم کر دیتا ہے۔ یاد رہے کہ اسلامی فقہ میں اقلیتوں کے بجائے ذمیوں کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے جن کے حقوق کی تفصیلات قرآن و سنت اور خاص طور پر نبی کریم ﷺ کے معاہدات کی صورت میں دیکھی جا سکتی ہے لہذا اس بحث کو یہاں اٹھا کر موضوع کو خلط ملط نہیں کرنا چاہیے۔

پیغام پاکستان اور پیغام عمان

۲۷ رمضان المبارک ۱۴۲۵ھ /۹ نومبر ۲۰۰۴ء میں اردن کے بادشاہ شاہ عبداللہ بن حسین نے 'عمان' میں ایک عظیم الشان کانفرنس کا اہتمام کیا جس کے متفق علیہ اعلامیہ پر ۸۴ ممالک کے ۵۵۲ علماء اور سیاسی حکمرانوں نے دستخط کیے۔ اس کانفرنس میں تین بنیادی سوالات کے جوابات پر اتفاق کیا گیا۔ وہ سوال یہ ہیں:

۱۔ مسلم کون ہے؟

۲۔ کیا کسی کی تکفیر کرنا جائز ہے؟

۳۔ فتویٰ دینے کا اختیار کس کو ہے؟(۲۱)

اس اعلامیے کی تمام تر افادیت کے باوجود قادیانیت کے فتنے کے پیش نظر اس میں ایک بہت بڑی خامی یہ ہے کہ اس میں نبی کریم ﷺ کو A Prophet لکھتے ہوئے نہ تو خاتم النبیین لکھا گیا اور نہ ہی خاص طور پر عقیدہ ختم نبوت کو ایمان کے درست ہونے کی شرط کے طور پر ذکر کیا گیا کیونکہ بین الاقوامی سطح پر قادیانی اپنا تعارف ایک مسلم کی حیثیت سے ہی پیش کرتے ہیں اور اس اعلامیے میں کئی ایک فرقوں کو خصوصی طور اہل ایمان کے طور پر ذکر کیا گیا ہے۔ یاد رکھیں کہ مسلم کون ہے؟ اس سوال کا جواب اس وقت تک مکمل نہیں ہو گا جب تک کافر کون ہے؟ کے مسئلہ کو حل نہ کر لیا جائے۔ کلمہ طیبہ میں بھی توحید باری تعالیٰ کے اثبات سے قبل 'لا الہ' کا اعلان کرتے ہوئے تمام تر معبودان باطلہ کی نفی کی جاتی ہے۔ بحمدہ تعالیٰ آئین پاکستان میں مسلم کے ساتھ غیر مسلم کی تعریف کو بھی اسی بات کے پیش

نظر درج کیا گیا۔ حال ہی میں پاکستان میں بھی 'پیغام پاکستان' کے نام سے دہشت گردی اور تکفیر کے حوالے سے ایک قومی بیانیہ جاری کیا گیا جس میں پاکستان کے تمام مکاتب فکر کے جید علماء کرام کے علاوہ تقریباً ۲۰۰۰ علماء نے اس بات پر اتفاق کیا کہ شرعاً پاکستان ایک اسلامی ریاست ہے اور اس کے خلاف بغاوت کرنا اور یہاں بسنے والے عوام و خواص کی جان و مال کی حرمت کو پامال کرنا شرعاً حرام ہے۔ پیغام پاکستان کے متفقہ اعلامیہ کی شق نمبر ۱۳ میں یہ درج ہے:-

''عالم دین اور مفتی کا منصبی فرئضہ ہے کہ صحیح اور غلط نظریات کے بارے میں دینی آگہی مہیا کرے اور مسائل کا درست شرعی حل بتائے، البتہ کسی کے بارے میں یہ فیصلہ صادر کرنا کہ آیا اس نے کفر کا ارتکاب کیا ہے یا کلمہ کفر کہا ہے، یہ ریاست و حکومت اور عدالت کا دائرہ اختیار ہے۔"(۲۲)

اعلامیہ کی اس شق میں اس بات کی وضاحت لازمی طور پر شامل ہونی چاہیے تھی کہ کفر کے ارتکاب یا کسی کلمہ کے کفریہ ہونے کا فیصلہ عدالت ملک کے جید معتمد علماء کے جاری کردہ فتویٰ کی روشنی میں کرے گی کیونکہ تکفیر کا مسئلہ نہایت ہی حساس ہے جس میں صرف اکابر علماء کی آراء کو ہی عدالتی فیصلے کی بنیاد بنایا جا سکتا ہے۔ حضرت امام غزالی فرماتے ہیں:

آپ فرماتے ہیں:

اعلم للفرق فی ھذا مبالغات و تعصبات فربما انتھی بعض الطوائف الی تکفیر کل فرقة سوی الفرقة التی یعتزی الیھا فاذا اردت ان تعرف سبیل الحق فیہ فاعلم قبل کل شئ ان ھذہ مسالة فقھیة اعنی الحکم بتکفیر من قال قولا اور تعاطی فعلا۔(۲۳)

مسئلہ تکفیر میں بعض فرقوں نے مبالغہ آرائی اور تعصبات سے کام لیا ہے بعض گروہ اپنے فرقے کے سوا تمام فرقوں کی تکفیر کرتے ہیں۔ اگر آپ اس بارے میں شاہراہ حق کو پہچاننا چاہتے ہیں تو سب سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ یہ مسئلہ فقہی ہے یعنی کسی شخص کی کسی قوم یا فعل کی وجہ سے تکفیر کا حکم دینا۔

اس قومی بیانیے سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ملک پاکستان نے اپنے اسلامی نظریاتی تشخص کو قائم رکھنے کا اعادہ کیا ہے تاہم اس کاوش کو نقصان اس وقت پہنچتا ہے جب لبرل اور سیکولر نظریات کے حامیوں کی طرف سے پاکستان کو لادینی، غیر اسلامی و کافر ریاست بنانے کا اعلان زور و شور سے کیا جاتا ہے۔ اس لیے انہیں اس عمل سے باز رکھنے کے لیے ضروری اقدامات اٹھانا بھی لازمی ہے۔

کیا کافر کی تکفیر ناجائز ہے؟

جناب جاوید احمد غامدی صاحب اپنی کتاب 'برھان' میں 'دعوت کے حدود' کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

''ساتویں حد یہ ہے کہ کسی فرد کی تکفیر کا حق بھی کسی داعی کو حاصل نہیں ہے۔ یہ ہو سکتا ہے کہ دین سے جہالت کی بنا پر مسلمانوں میں سے کوئی شخص کفر و شرک کا مرتکب ہو لیکن اگر وہ اس کو کفر و شرک سمجھ کر خود اس کا اقرار نہیں کرتا تو اس کفر و شرک کی حقیقت تو بے شک اس پر واضح کی جائے گی اسے قرآن و سنت کے دلائل کے ساتھ ثابت بھی کیا جائے گا۔ اہل حق اس کی شناعت سے اسے آگاہ بھی کریں گے اور اس کے دینوی اور اخروی نتائج سے اسے خبردار بھی کی جائے گا لیکن اس کی تکفیر کے لیے چونکہ اتمام حجت ضروری ہے اس وجہ سے رسول اللہ ﷺ کے بعد یہ حق اب قیامت تک کسی فرد یا جماعت کو بھی حاصل نہیں رہا کہ وہ کسی شخص کو کافر قرار دے مسلمانوں کا نظم اجتماعی بھی سورۃ توبہ ۹ کی آیت ۵ اور ۱۱ کے تحت زیادہ سے زیادہ کسی شخص یا گروہ کو غیر مسلم قرار دے سکتا ہے۔ اسے کافر قرار دینے کا حق اسے بھی حاصل نہیں ہے تاہم اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ داعی حق کے لیے کفر و شرک کے ابطال میں مداہنت کے لیے بھی کوئی گنجائش ہے۔ احقاق حق اور ابطال باطل اس کی ذمہ داری ہے اس کا اصلی کام یہی ہے کہ ہر خطرے اور ہر مصلحت سے بے پرواہ ہو کر توحید و رسالت اور معاد کے متعلق تمام غلط تصورات کی نفی کرے اور لوگوں کو اس صراط مستقیم کی طرف بلائے جو اللہ پروردگار عالم نے اپنی کتاب میں انسانوں کے لیے واضح کی ہے یہ اس پر لازم ہے۔ لیکن اس کے کسی مرحلہ میں بھی اس کو یہ حق حاصل نہیں ہوتا کہ امت میں شامل کسی فرد یا جماعت کو کافر و مشرک قرار دے اور ان کے جمعہ و جماعت سے الگ ہو کر اور ان سے معاشرتی روابط منقطع کر کے اپنی ایک الگ امت اس امت مسلمہ میں کھڑی کرنے کی کوشش کرے۔"(۲۴)

غامدی صاحب کے بیان کردہ موقف سے درج ذیل نکات سامنے آتے ہیں:

۱۔ تکفیر کا حق کسی داعی کو حاصل نہیں۔

۲۔ اگر کوئی شخص کفر و شرک کا مرتکب ہو لیکن اس کو کفر و شرک سمجھ کر خود اس کا اقرار نہ کرے تو اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔ تکفیر کے لیے اتمام حجت ضروری ہے۔

۳۔رسول اللہ ﷺ کے بعد یہ حق اب قیامت تک کسی فرد، جماعت یا ریاست کو بھی حاصل نہیں رہا کہ وہ کسی فرد کو کافر قرار دے۔

۴۔سورہ توبہ کی آیت ۵ اور ۱۱ کے تحت کفر و شرک کے مرتکب کو مسلمانوں کا نظم اجتماعی کسی گروہ یا شخص کو غیر مسلم قرار دے سکتا ہے۔اسے کافر قرار دینے کا حق مسلمانوں کے نظم اجتماعی کو بھی نہیں ہے۔

۵۔امت کا کوئی فرد یا یا جماعت اگرچہ کفر و شرک کا ارتکاب ہی کیوں نہ کرے داعی اس کفر و شرک کا ابطال تو کر سکتا ہے البتہ

☆اس جماعت یا فرد کو کافر و مشرک قرار نہیں دے سکتا۔

☆ان کے جمعہ و جماعت سے الگ نہیں ہو سکتا یعنی ان کے پیچھے پنج وقتہ نمازوں کو باجماعت ادا کرنے کے ساتھ جمعہ بھی ان کے پیچھے ادا کرے۔

☆ان سے معاشرتی روابط منقطع نہ کرے۔

☆اگر داعی نے کفر و شرک کے مرتکب کو کافر یا مشرک قرار دیا تو وہ داعی اپنی ایک الگ امت، امت مسلمہ میں کھڑی کرنی کی کوشش کرے گا۔

اس سے قبل کہ ہم غامدی صاحب کے موقف پر بات کریں ذرا یہ ملاحظہ فرمائیں کہ امت مسلمہ کے اکابر علماء اور اولیاء کو کفر و شرک کا مرتکب اور ختم نبوت کا منکر قرار دیتے ہوئے غامدی صاحب نے اپنی اسی کتاب 'برھان' کے مضمون 'اسلام و تصوف' میں کس طرح سے اپنے اصولوں کے پیش نظر 'احقاق حق اور ابطال باطل' کیا ہے۔'برھان' میں آپ کا یہ مضمون صفحہ ۱۵۹ تا ۱۸۸ تک پھیلا ہوا ہے۔غامدی صاحب نے اس مضمون میں امت کے جن اکابر علماء اور اولیاء کو متصوفین میں شامل کیا ہے ان میں درج ذیل بزرگ علماء کے نام ہیں:

۱۔شیخ الاسلام ابو اسماعیل عبد اللہ بن محمد بن علی انصاری رحمہ اللہ

۲۔شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ

۳۔حجۃ الاسلام امام غزالی رحمہ اللہ

۴۔امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ

۵۔ شیخ ابو حفص عمر بن محمد شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ

۶۔ حضرت ابو طالب محمد بن علی مکی رحمہ اللہ

۷۔ حضرت بایزید بسطامی رحمہ اللہ

۸۔ حضرت سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ

۹۔ حضرت ابو القاسم عبد الکریم بن ہوازن قشیری رحمہ اللہ

۱۰۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ

۱۱۔ حضرت مولانا روم رحمہ اللہ

غامدی صاحب کے مطابق:

۱۔ تصوف دین اسلام کے اصول ومبادی سے بالکل مختلف ایک متوازی دین ہے۔(۲۵)

۲۔اسلام کے مقابل تصوف کے نئے دین میں اپنشد، برہم ستر، گیتا اور فصوص الحکم کو(اس دین میں)وہی حیثیت حاصل ہے جو نبیوں کے دین میں توریت، زبور، انجیل اور قرآن پاک کو حاصل ہے۔اس لحاظ سے دیکھا جائے تو اللہ کی ہدایت یعنی اسلام کے مقابلے میں تصوف وہ عالمگیر ضلالت ہے جس نے دنیا کے ذہین ترین لوگوں کو متاثر کیا ہے۔(۲۶)

۳۔اہل تصوف کے دین ہیں یہ سب چیزیں (نبوت۔وحی۔الہام۔مشاہدہ غیب)اب بھی حاصل ہو سکتی ہیں۔ان کے نزدیک وحی اب بھی آتی ہے فرشتے اب بھی اترتے ہیں۔(۲۷)

۴۔ان اکابر کا الہام ان کی عصمت کی وجہ سے قرآن مجید کی طرح شائبہ باطل سے پاک اور ہر شبہ سے بالا ہوتا ہے۔(۲۸)

۵۔ وہ بالصراحت کہتے ہیں کہ ختم نبوت کے معنی صرف یہی ہیں کہ منصب تشریع اب کسی شخص کو حاصل نہ ہو گا۔ نبوت کا مقام اور اس کے کمالات اسی طرح باقی ہیں اور یہ اب بھی حاصل ہو سکتے ہیں۔ (۲۹)

۶۔ چنانچہ اس تصور کے تحت اوراد و اشغال اور چلوں اور مراقبوں کی ایک پوری شریعت ہے جو خدا کی شریعت سے آگے اور قرآن و سنت سے باہر بلکہ ان کے مقاصد کے بالکل خلاف ان اہل تصوف نے طریقت کے نام سے رائج کرنے کی کوشش کی ہے۔ (اس کی تفصیلات کے لیے دیکھیے، مثال کے طور پر شاہ ولی اللہ دہلوی کی 'القول الجمیل فی بیان سواء السبیل'۔ حاشیہ) (۳۰)

۷۔ تصوف فی الواقع ایک متوازی دین ہے جسے دین خداوندی کی روح اور حقیقت کے نام سے اس امت میں رائج کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ (۳۱)

غامدی صاحب کے ان تمام حوالہ جات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ان کی رائے میں مذکورہ بالا تمام اکابر علماء و اولیاء کفر و شرک میں مبتلا رہے اور اپنی کتب میں تصوف کے نام سے ایک نئے دین کی نعوذ باللہ تبلیغ کرتے رہے۔ تصوف کی عالمگیر ضلالت نے ان بزرگوں کو متاثر کیا۔ عقیدہ توحید، رسالت، ختم نبوت اور آخرت کے انکار کے بعد اگرچہ یہ تمام اولیاء نعوذ باللہ کفر و شرک کے مرتکب ہوئے تاہم انہیں کافر کہنا شرعاً جائز نہیں ہے۔ یقیناً ان اکابر اولیاء و علماء کے بارے میں اتنی دریدہ دہنی سبیل المؤمنین کو ترک کر دینا ہے۔ پیش نظر کیونکہ غامدی صاحب کا تکفیر کافر کو ناجائز قرار دینے کا تجزیہ مقصود ہے اس لیے اب ہم اس پر اپنی رائے پیش کریں گے۔

غامدی صاحب تکفیر کافر کے ناجائز ہونے کے قائل ہیں اور اپنے اس موقف پر انہوں نے قرآن و سنت سے کوئی ایک دلیل بھی پیش نہیں کی۔ آپ کے اس موقف میں قرآن کی اصطلاحات کو نظرانداز کرتے ہوئے دو غیر قرآنی اصطلاحات 'غیر مسلم' اور 'اتمام حجت' کو بھی استعمال کیا گیا۔ غامدی صاحب کے اس موقف پر کوئی بھی نص صریح نہیں جسے وہ اپنی دلیل کے طور پر پیش کر سکیں۔ نہایت ہی تعجب کی بات ہے کہ کسی سے کفر و شرک ارتکاب ہو اور وہ اس کو کفر و شرک سمجھ کر خود اس کا اقرار نہ کرے تو اسے کافر و مشرک نہ کہا جائے۔ یعنی ان کے نزدیک کسی کو کافر کہنے کے لیے اتمام حجت کے علاوہ اس کا کفر کا ارتکاب کرنا، اس کا کفر و شرک کو خود کفر و شرک سمجھنا اور اقرار باللسان ضروری ہے۔ قرآن کے مطابق کسی کے کفر کے لیے اپنے عقائد کو کفر و شرک سمجھنا یا نہ سمجھنا ضروری نہیں محض کفر کا پایا جانا ہی اس کے کافر ہونے کے لیے کافی ہے۔ اسی طرح جیسے بعض افعال ایمان کی بحث میں زبانی اقرار کے قائم مقام ہوتے ہیں جیسے نماز ادا کرنا اسی طرح بعض افعال کفر کی بحث میں اس کے کافر ہونے کی دلیل ہوتے ہیں اور زبانی انکار کے قائم مقام ہوتے ہیں جیسے بتوں کی عبادت

کرنا۔ مسیحی حضرات حضرت سیدنا مسیح علیہ السلام کے خدا ہونے اور خدا کا اکلوتا جنا ہوا بیٹا ہونے پر یقین رکھتے ہیں اس کے باوجود وہ اپنے مشرک ہونے کا اقرار نہیں کرتے۔ اس اقرار نہ کرنے کے باوجود اللہ رب کریم نے فرمایا:لقد كفر الذين قالوا ان الله هو المسيح ابن مريم و قال المسيح يا بنى اسرائيل اعبدوا الله ربى و ربكم انه من يشرک بالله فقد حرم الله عليه الجنة و ماواه النار و ما للظالمين من انصار(المائدۃ۵:۷۲)

ایک مقام پر ان کا اپنے احبار و رہبان کو اپنا رب بنانے اور حضرت مسیح علیہ السلام کو خدا بنانے کے عمل کو شرک قرار دیا۔ ارشاد ہوا:اتخذوا احبارهم و رهبانهم اربابا من دون الله و المسيح ابن مريم وما امروا الا ليعبدوا الله الها و حدا لا اله الا هو سبحانه عما يشركون(التوبۃ۹:۳۱)

یہ بات محاورہ قرآنی کے علاوہ لغوی اعتبار سے بھی درست نہیں ہے۔ کیسی عجیب و غریب بات ہے کہ سرق کے اسم فاعل کو سارق،زنی کے اسم فاعل کو زانی،نکح کے اسم فاعل کو ناکح ،اسلم کے اسم فاعل کو مسلم ،امن کے اسم فاعل کو مؤمن نہ کہا جائے۔ ان اسماء کا مشتق ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ فاعل سے ان افعال کا صدور ہوا ہے۔ اسی طرح کفر کا اسم فاعل کافر اور اشرک کا اسم فاعل مشرک ہی ہوگا نہ کہ غیر مسلم۔ قرآن مجید میں کسی کے کفر کے مرتکب ہونے کو مختلف طریقوں سے بیان کیا گیا ہے۔ غامدی صاحب کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی کی تکفیر کے لیے اسے 'کافر' و 'مشرک' کہنا ضروری ہے جبکہ اللہ رب کریم نے کسی کے کافر و کاذب ہونے کو مختلف اسماء و افعال کے مختلف صیغوں میں بیان فرمایا ہے۔ اس حوالہ سے مثال کے طور پر کلمہ 'كذب 'کو قرآن مجید میں دیکھنا ضروری ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے مختلف اقوام کے مستحق عذاب و جہنم اور کافر ہونے کو درج ذیل انداز سے بھی بیان فرمایا ہے:

كذبوا باياتنا،تكذبون بالدين،كذب بالحسنى،بل تكذبون بالدين،يكذبون بيوم الدين،كذبت عاد المرسلين،كذبت ثمود المرسلين،كذبت قوم نوح المرسلين،كذبت قوم لوط المرسلين،كذبت عاد فكيف كان عذابى و نذر،فكذبوه فاخذتهم الرجفة،فكذبوه فاخذهم عذاب يوم الظلة ،بل كذبوا بالساعة ،و الذين كفروا و كذبوا باياتنا فاولئک لهم عذاب مهين،كذب بالحق،الذين لا يومنون بايات الله و اولئک هم الكاذبون،من يكذب بهذا الحديث،الذين كذبوا بالكتاب و بما ارسلنا به رسلنا ،و الذين كذبوا باياتنا يمسهم العذاب بما كانوا يفسقون،كذبوا بلقاء الله ،كذبوا بلقاء الاخرة ،كذاب،المكذبين،كاذب،كاذبين،كاذبون

نبی کریم ﷺ نے اپنی حیات طیبہ میں ہی مسیلمہ اور اسود عنسی کو کذاب کہا اور قیامت تک آنے والے تمام جھوٹے مدعیان نبوت کو کذاب ودجال کہا۔ کیا ہی عجیب بات ہو گی کہ کوئی فرد یا جماعت اللہ کی توحید، رسالت، آخرت کی تکذیب کرنے والے ہوں اور داعی اس کے کذب کو اس پر واضح کرتا رہے تاہم اس کو کاذب، کذاب، مکذب کہنا حرام ہو۔ اسی طرح درج ذیل مثالوں سے یہ سمجھنا آسان ہو جاتا ہے کہ قرآن مجید میں اللہ رب العزت نے کسی کے کفر کو واضح کرنے اور تکفیر کے لیے کلمہ کفر کے مختلف صیغوں اور صورتوں کو استعمال فرمایا ہے:-قالوا کلمة الکفر،استحبوا الکفر،اشتروا الکفر،شرح بالکفر صدرا،کفروا،کفر،تکفروا،یکفروا،یکفرون،یکفر،اکفر،واکفروا،کفرت،تکفرون،کفرتم،کفرنا،الکافرین،کافر،الکافرون،الکفرة ،کاذب کفار،الکفار،ائمة الکفر۔

ان تمام مثالوں سے یہ بات واضح طور پر معلوم ہو رہی ہے کہ کسی کو کافر کہنے کے لیے قرآن مجید میں مختلف صیغے استعمال کیے گئے ہیں۔ لہذا یہ کہنا کہ اگر کوئی کفر شرک کا مرتکب ہو اور خود اپنے کفر و شرک کا اقرار نہ کرے تو اسے غیر نبی کا کافر و مشرک کہنا ناجائز ہے ،درست نہیں ہو سکتا، کوئی کسی کے بارے میں کسی بھی صیغے سے کفر کا ارتکاب ثابت کرے یا اسے کافر کہے ایک ہی بات ہے گویا کہ کسی کے کفر کو بیان کرنے کے مختلف طریقے ہو سکتے ہیں۔ یاد رہے کہ قرآن مجید نے القوم الکافرین اور فئۃ کافرة کے کلمات کے بیان کے ساتھ دو قومی نظریہ کو بھی واضح فرمایا دیا ہے۔ اہل ایمان کی دعا کے کلمات یوں بیان ہوئے: فانصرنا علی القوم الکافرین (البقرة ۲: ۲۸۶)۔ 'غیر الاسلام 'ماسوا اسلام کسی بھی مذہب کے لیے اور 'غیر المشرکین' اہل اسلام کے لیے قرآن مجید میں استعمال ہوا ہے جبکہ غیر مسلم کی اصطلاح کافر کے متبادل کے طور پر کہ کسی کافر کو کافر نہیں بلکہ غیر مسلم کہا جائے کہیں بھی مستعمل نہیں ہے۔ علماء قرآن وسنت کے اصولوں کے پیش نظر کسی کا کافر ہونا بیان کرتے ہیں نہ کہ کافر بناتے ہیں۔ داعی کسی کو کفر و شرک کا مرتکب قرار دے یا کافر کہے برابر ہے۔ قرآن مجید میں سورۃ الکھف میں دو آدمیوں کی مثال دی گئی ہے جن میں سے ایک کو اللہ تعالی نے انگور کے دو باغات عطا فرمائے۔ اس نے اپنے دوست سے کہا کہ میں تجھ سے مال میں زیادہ کثرت رکھتا ہوں اور افرادی قوت میں غالب ہوں۔ اس نے اپنے باغ میں تکبر سے داخل ہوتے ہوئے اپنی جان پر ظلم کیا اور کہا کہ میں یہ گمان ہی نہیں کرتا کہ یہ باغ کبھی تباہ ہو گا۔ میرا گمان ہے کہ نہ ہی قیامت قائم ہو گی اور اگر بالفرض مجھے اپنے رب کی بارگاہ میں پیش کر بھی دیا گیا تو میں ضرور اس دنیا سے زیادہ وہاں خیر حاصل کروں گا ۔اس کے دوست نے اس سے تبادلہ خیال کرتے ہوئے جواب میں کہا:

قال له صاحبه و هو یحاوره اکفرت بالذی خلقک من تراب ثم من نطفة ثم سواک رجلا لکنا هو الله ربی و لا اشرک بربی احدا (الکھف ۱۸:۳۷-۳۸)

اس مقام پر کسی اتمام حجت کا ذکر نہیں ہے۔نہ ہی یہ کسی نبی کا بیان ہے بلکہ ایک شخص کے کفریہ عقائد کی وجہ سے ایک صاحب ایمان نے حوار و مکالمہ کے دوران اس کی تکفیر 'اکفرت' کہتے ہوئے کی۔اس آیت سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ اسے قیامت کے قائم نہ ہونے کے بارے میں گمان تھا نہ کہ شرح صدر، لہذا اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ کسی کے کفریہ عقائد کی وجہ سے اس کی تکفیر کرنے کے لیے یہ ضروری نہیں کہ وہ کسی نبی کے دور کا ہی کافر ہو اور اس پر اتمام حجت ہو چکا ہو۔

جہاں تک غامدی صاحب کی اس بات کا تعلق ہے کہ "مسلمانوں کا نظم اجتماعی بھی سورۃ توبہ ۹ کی آیت ۵ اور ۱۱ کے تحت زیادہ سے زیادہ کسی شخص یا گروہ کو غیر مسلم قرار دے سکتا ہے۔"تو ایسا کچھ بھی سورۃ توبہ کی آیت ۵ اور ۱۱ میں موجود نہیں ہے کہ کسی فرد یا گروہ کو مسلمانوں کا نظم اجتماعی کافر تو نہیں البتہ غیر مسلم قرار دے سکتا ہے۔یاد رہے کہ قرآن مجید میں کافر کو کہیں بھی غیر مسلم نہیں کہا گیا ۔سورۃ توبہ کی آیت نمبر ۵ اور ۱۱ درج ذیل ہیں:

آیت۵:فاذا انسلخ الاشهرالحرم فاقتلوا المشركين حيث وجدتموهم و خذوهم و احصروهم واقعدوا لهم كل مرصد فان تابوا و اقاموا الصلاة و آتوا الزكاة فخلوا سبيلهم ان الله غفور رحيم(التوبۃ۹:۵)

"پھر جب حرمت والے مہینے گزر جائیں تو تم (حسبِ اعلان) مشرکوں کو قتل کر دو جہاں کہیں بھی تم ان کو پاؤ اور انہیں گرفتار کر لو اور انہیں قید کر دو اور انہیں (پکڑنے اور گھیرنے کے لئے) ہر گھات کی جگہ ان کی تاک میں بیٹھو، پس اگر وہ توبہ کر لیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کرنے لگیں تو ان کا راستہ چھوڑ دو۔بیشک اللہ بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔"

آیت۱۱:فان تابوا و اقاموا الصلاة واتوا الزكاة فاخوانكم فى الدين و نفصل الايات لقوم يعلمون(التوبۃ۹:۱۱)

"پھر (بھی) اگر وہ توبہ کر لیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کرنے لگیں تو (وہ) دین میں تمہارے بھائی ہیں، اور ہم (اپنی) آیتیں ان لوگوں کے لئے تفصیل سے بیان کرتے ہیں جو علم و دانش رکھتے ہیں۔"

ان دونوں آیات میں نہ تو غیر مسلم کا لفظ ہے نہ ہی داعی کو کفر و شرک کے مرتکب کو کافر کہنے کی ممانعت ہے۔البتہ اگر اس سے اگلی آیت مقدسہ کو پڑھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اللہ رب کریم نے عہد شکنی کرنے والوں اور دین میں طعنہ زنی کرنے والوں کو ائمۃ الکفر

قرار دیا اور ان سے قتال کا مسلمانوں کو حکم دیا۔ ارشاد فرمایا: و ان نکثوا ایمانھم من بعد عھدھم و طعنوا فی دینکم فقاتلوا ائمۃالکفر انھم لا ایمان لھم لعلھم ینتھون(التوبۃ۹:۱۲)

"اور اگر وہ اپنے عہد کے بعد اپنی قسمیں توڑ دیں اور تمہارے دین میں طعنہ زنی کریں تو تم (ان) کفر کے سرغنوں سے جنگ کرو بیشک ان کی قسموں کا کوئی اعتبار نہیں تاکہ وہ (اپنی فتنہ پروری سے) باز آجائیں۔"

نبی کریم ﷺ کے براہ راست مخاطبین میں یبنی اسرائیل، یا ایھا الذین امنوا، یمعشر الجن و الانس، یا ایھا الذین کفروا، قل یا ایھا الکافرون، یا ایھا الناس، یا ایھا الذین اوتوا لکتاب سب شامل ہیں۔ دین اسلام مکمل ہو چکا ہے۔ نبی کریم ﷺ کی نبوت و رسالت جامع، کامل، آفاقی، ابدی اور خاتم ہے۔ آپ ﷺ کی نبوت و رسالت کو کسی خاص زمانے تک یا محض کسی خاص گروہ کو ہی براہ راست مخاطب قرار دے کر قرآن کے احکامات کو زمان و مکان و گروہوں کیساتھ مختص کر دیا جائے تو یقیناً اسلام کی تعلیمات کا ایک بہت بڑا حصہ ختم ہو جائے گا۔ آج بھی اگر کسی تک محمد رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات پہنچ جائیں اور وہ ان پر ایمان نہیں لائے چاہے اپنے کفر و شرک کا اقرار کرے یا نہ کرے وہ کافر ہی قرار پائے گا۔ غامدی صاحب لکھتے ہیں: "رسول اللہ ﷺ کے بعد یہ حق اب قیامت تک کسی فرد یا جماعت کو بھی حاصل نہیں رہا کہ وہ کسی شخص کو کافر قرار دے"۔ جبکہ قرآن مجید میں اہل ایمان کو طاغوت کی تکفیر کا حکم اس انداز سے دیا گیا: فمن یکفر بالطاغوت و یؤمن باللہ فقد استمسک بالعروۃ الوثقیٰ لا انفصام لھا و اللہ سمیع علیم(البقرۃ۲:۲۵۶)

"دین میں کوئی زبردستی نہیں، بیشک ہدایت گمراہی سے واضح طور پر ممتاز ہو چکی ہے، سو جو کوئی معبودانِ باطلہ کا انکار کر دے اور اللہ پر ایمان لے آئے تو اس نے ایک ایسا مضبوط حلقہ تھام لیا جس کے لئے ٹوٹنا (ممکن) نہیں، اور اللہ خوب سننے والا جاننے والا ہے۔"

اس کے علاوہ حدیث شریف میں قرب قیامت کے بارے صراحت کے ساتھ یہ ذکر ہے کہ دابۃ الارض کے خروج کے بعد مسلمان کافروں کو "یاکا فر" کہیں گے۔ حضرت امام ترمذی روایت فرماتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم قال: تخرج الدابۃ معھا خاتم سلیمان و عصا موسی فتجلو وجہ المؤمن و تختم انف الکافر بالخاتم حتیٰ ان اھل الخوان لیجتمعون فیقول ھذا یا مؤمن و یقول ھذا یا کافر(۳۲)

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دابہ نکلے گا تو اس کے ساتھ حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی اور حضرت موسی علیہ السلام کا عصا ہو گا۔ وہ مومن کے چہرے کو روشن کر دے گا اور کافر کی ناک پر انگوٹھی سے مہر لگا دے گا یہاں تک کہ جب دستر خوان پر لوگ جمع ہوں گے تو وہ کہیں گے اے مومن! اور یہ کہیں گے اے کافر!"

امام ترمذی رحمہ اللہ کے علاوہ اس حدیث کو امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ نے اپنی مسند میں بھی روایت کیا ہے۔ اس کے علاوہ بخاری شریف ودیگر کتب حدیث میں جہاں کہیں بھی اہل ایمان کو کافر کہنے کی مذمت کی گئی ہے ان کے کلمات سے بھی تکفیر کافر کا جواز معلوم ہوتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اس بارے میں ارشاد فرمایا:

اذا اکفر الرجل اخاہ فقد باء بھااحدھما(۳۳)

جب کوئی شخص اپنے بھائی کو کافر کہتا ہے تو ان میں سے کسی ایک کی طرف کفر ضرور لوٹتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا:

ایما امری قال لاخیہ یا کافر فقد باء بھا احدھما ان کان کما قال و الا رجعت علیہ(۳۴)

"جس شخص نے اپنے بھائی سے اے کافر کہا تو کفر دونوں میں سے کسی ایک کی طرف ضرر لوٹے گا۔ اگر وہ شخص واقعی کافر ہو گیا تھا تو فبہا ورنہ کہنے والے کی طرف کفر لوٹ آئے گا۔"

اس حدیث کو امام بخاری علیہ الرحمۃ نے بھی روایت فرمایا ہے۔(۳۵)

اس پوری بحث سے یہ بات معلوم ہوئی کہ غامدی صاحب ظنیات کے دائرے میں ہیں اور ان کا یہ موقف قرآن و رسول اللہ ﷺ کے فرامین کے خلاف ہے۔

خلاصہ:

مسلم کی تکفیر کی حرمت کا لحاظ رکھتے ہوئے تکفیر کافر کا التزام ضروری ہے۔ اسلامی ریاست میں ریاستی سطح پر بھی کسی فرد یا گروہ کی تکفیر کرنا جائز ہے جبکہ تکفیر کے اس عمل کی بنیاد معتمد علماء کی اجماعی آراء پر مبنی ہو۔ مسلم کو کافر کہہ دینا اور کافر کی تکفیر کو ناجائز قرار دینا دونوں ہی غیر معتدل رویے ہیں ان منفی رویوں سے اجتناب کرنا چاہئے۔ وہ ممالک جہاں اسلامی ریاست موجود نہیں وہاں کی مسلم آبادیاں اپنے معتمد علیہ علماء کی آراء پر ہی عمل کریں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ان خطوں میں جید علماء کا ایک ایسا بورڈ تشکیل دے دیا جائے جو مسلمانوں کے اسلام و کفر کے معاملات میں ان کی رہنمائی کرتا ہے۔ کسی بھی صورت میں تکفیر کا حق نااہل افراد کے ہاتھ میں نہیں ہونا چاہئے کیونکہ ان کی بات کا اعتبار نہیں اور ان غیر معتدل رویوں کی وجہ سے آج مسلمان تباہی و بربادی سے دوچار ہیں۔ پاکستان میں ہم اسی طرح کے دو منفی رویوں کا شکار ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ علماء اور حکومتوں کے درمیان بد اعتمادی کی فضاء ختم ہو اور شرعی مسائل میں حسب سابق ریاست پاکستان تکفیر کے مسائل میں بھی جید علماء اسلام کی طرف رجوع کرتے ہوئے عدالتی سطح پر اسلام و قوانین پاکستان کا نفاذ کرے۔ اللہ پاکستان کا حامی و ناصر ہو اور ہمیں قرآن و سنت کے مطابق فیصلہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

حواشی و حوالہ جات

۱۔ آئین پاکستان کی دفعہ (۱) اور (۲) ملاحظہ فرمائیں:

The Constitution of Islamic Republic of Pakistan, National Assembly of Pakistan 2004, Page: 1

۲۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان کا دستور، ترمیم شدہ لغایت ۲۸ فروری، ۲۰۱۲ء، قومی اسمبلی پاکستان، دفعہ (۱) اور (۲)، ص: ۳

۳۔ آئین پاکستان کی تمہید ملاحظہ فرمائیں:

The Constitution of Islamic Republic of Pakistan, National Assembly of Pakistan 2004, Page: 1

۴۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان کا دستور، ترمیم شدہ لغایت ۲۸ فروری، ۲۰۱۲ء، قومی اسمبلی پاکستان، تمہید، ص: ۱

۵۔ انسانی حقوق کا عالمی منشور دفعہ (۱۸) ملاحظہ فرمائیں:

Universal Declaration of human Rights, National Commission for Human Rights Pakistan, 10th Dec 2018, Page: 8

۶۔انسانی حقوق کا عالمی منشور، قومی کمیشن برائے انسانی حقوق اسلام آباد، پاکستان، ۱۰ دسمبر ۲۰۱۷ء، ص:۸

۷۔ملاحظہ فرمائیں:

https://www.washingtonpost.com/politics/president-obamas-2012-address-to-un-general-assembly-full-text /2012/09/25/70bc1fce-071d-11e2-afff-d6c7f20a83bf_story.html?utm_term=.e67a6e50e7af

, Retrieved on 20/12/2012

۸۔عمانویل کانٹ کا مضمون درج ذیل لنک پر ملاحظہ فرمائیں:

(http://www.columbia.edu/acis/ets/CCREAD/etscc/kant.html, Retrieved on 24/01/209)

۹۔نعمانی، شبلی، الفاروق، دارالاشاعت کراچی، طبع اول ۱۹۹۱ء، ص:۲۲۱

۱۰۔'انسانی حقوق کا عالمی منشور' دفعہ (۲۹) ملاحظہ فرمائیں:

Universal Declaration of human Rights, National Commission for Human Rights Pakistan, 10th Dec 2018, Page: 10

۱۱'انسانی حقوق کا عالمی منشور، قومی کمیشن برائے انسانی حقوق اسلام آباد، پاکستان، ۱۰ دسمبر ۲۰۱۷ء، ص:۱۰

۱۲۔اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کے محافظوں سے متعلق اعلامیہ کو درج ذیل لنک پر ملاحظہ فرمائیں:

https://www.ohchr.org/Documents/Issues/Defenders/Declaration/declaration.pdf, Retrieved on 5Feb, 2019

۱۳۔اعلامیہ کو درج ذیل لنک پر ملاحظہ فرمائیں:

(https://www.ohchr.org/Documents/Issues/Defenders/Declaration/Urdu_Pakistan.pdf, Retrieved on 5th Feb, 2019)

۱۴۔یہودی کون ہے؟اوراس کے قابض اسرائیل میں کیا حقوق ہیں جاننے کے لیے درج ذیل ملاحظہ فرمائیں:

https://www.jewishvirtuallibrary.org/who-is-a-jew, Retrieved on 8th Feb, 2019

۱۵۔حوالہ کے لیے ملاحظہ فرمائیں:

Some Recent Speeches and Writings of Mr. Jinnah, collected and edited by Jamil-ud-Din Ahmad, 1943 Sh. Muhammad Ashraf Kashmiri Bazar- Lahore, 3rd Edition, April 194 3, Page: 389-390

۱۶۔ایضاً،ص:۱۵۳

۱۷۔حوالہ کے لیے ملاحظہ فرمائیں:

Quaid-i-Azam Muhammad Ali Jinnah Speeches, Statements, Writings, Letters, etc, edited by Muhammad Haneif Shahid, Sang-e-Meel, Lahore, Pakistan, First Edition 1976, Page: 121

۱۸۔مقدمہ مرزائیہ بہاول پور،اسلامک فاؤنڈیشن،ڈیوس روڈلاہور،پاکستان۔طبع اول اکتوبر۱۹۸۸ء،جلداول،صفحہ:۱۰۱۔۱۰۲

۱۹۔اسلامی جمہوریہ پاکستان کادستور،ترمیم شدہ لغایت۲۸فروری،۲۰۱۲ء،قومی اسمبلی پاکستان،دفعہ(۲۶۰)،ص:۱۶۴

۲۰۔مرزا،بشیر الدین محمود احمد،انوار العلوم(آئینہ صداقت)،فضل عمر فاؤنڈیشن،اسلام انٹر نیشنل پبلی کیشنز لیمیٹڈ،اسلام آباد،شیپ ہیچ لین،ٹل فورڈ،سرے GU102AQیوکے۔جلد:۶/ص:۱۱۲

۲۱۔پیغام عمان،دی رائیل آل البیت انسٹیٹیوٹ فار اسلامک تھاٹ،اردن،۲۰۰۹ء،ص:۵

۲۲۔پیغام پاکستان:ادارہ تحقیقات اسلامی،اسلام آباد،پاکستان،۲۰۱۸ء،ص:۳۱

۲۳۔غزالی،محمد بن محمد،الاقتصاد فی الاعتقاد،دارالمنہاج،طبعہ اولی،۱۴۲۹ھ،ص:۳۰۲

۲۴۔غامدی، جاوید احمد، برھان، المورد ادارہ علم و تحقیق ۵۱ کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور، اشاعت چہارم جون ۲۰۰۶ء: ص:۲۹۷۔ ۲۹۸

۲۵۔برھان: ۱۵۹

۲۶۔ایضاً: ۱۷۰

۲۷۔ایضاً: ۱۷۱

۲۸۔ایضاً: ۱۷۱

۲۹۔ایضاً: ۱۷۶

۳۰۔ایضاً: ۱۸۷

۳۱۔ایضاً: ۱۸۸

۳۲۔ترمذی، ابو عیسی محمد بن عیسی، جامع ترمذی، مکتبہ رحمانیہ، لاھور، پاکستان، سن ندارد، ج: ۲/ص: ۶۲۳۔ ۶۲۴

۳۳۔قشیری، مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، کتاب الایمان/باب: بیان حال ایمان من قال لاخیہ المسلم یا کافر، دار الکتب العلمیۃ، بیروت لبنان، طبعہ ثامنہ ۱۴۳۷ھ، ص: ۴۷

۳۴۔ایضاً

۳۵۔بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری: کتاب الادب: باب من کفر اخاہ بغیر تاویل فھو کما قال، دار الکتب العلمیۃ، بیروت لبنان، طبعہ تاسعہ ۱۴۳۸ھ، ص: ۱۱۲۰

- ارتداد کی سزا کے حوالے سے راقم کا مضمون 'جاوید احمد غامدی کا نظریہ ارتداد اور اس کا تحقیق تجزیہ' اور اصول تکفیر پر راقم کی کتاب حرمت تکفیر مسلم کا مطالعہ فرمائیں۔
- آیات مقدسہ ا ترجمہ 'عرفان القرآن' سے لیا گیا ہے۔